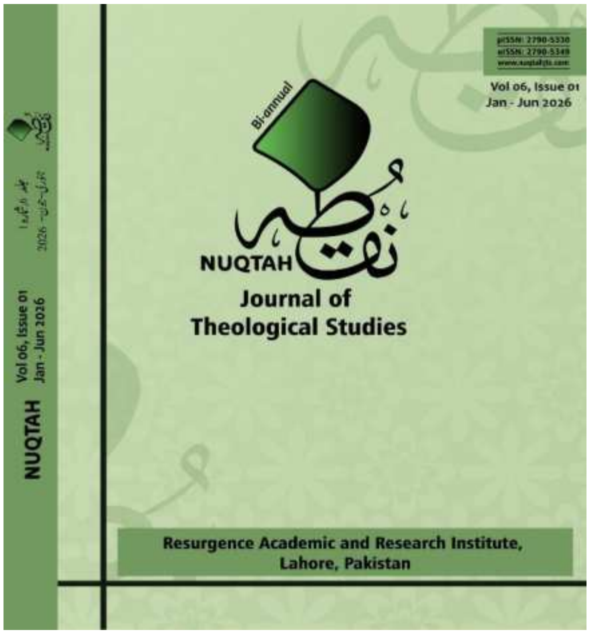

Nuqtah Journal of Theological Studies

Editor: Dr Shumaila Majeed

(Bi-Annual)

Languages: English, Urdu, Arabic

pISSN: 2790-5330 eISSN: 2790-5349

https://nuqtahjts.com/index.php/njts

Published by

Resurgence Academic and Research

Institute Lahore (53720), Pakistan

Email: editor@nuqtahjts.com

اصول فقہ کی تشکیل جدید: معاصر افکار کا تجزیاتی مطالعہ

The Reconstruction of Usual al-Fqih: An Analytical Study of Contemporary Thought

Shafiq Ahmad
PhD Scholar Bahauddin Zakariya University, Multan
Email: prof.shafiq79@gmail.com

Prof. Dr Abdul Quddus Suhaib
Dean, Faculty of Islamic Studies and Language, Bahauddin Zakariya University, Multan
Email: aqsuhaib@gmil.com

Published online: 1 March, 2026

View this issue

OPEN ACCESS

CC BY

Complete Guidelines and Publication details can be found at:

https://nuqtahjts.com/index.php/njts/publication-ethics

Abstract

This study examines the reconstruction of Usual al-Fqih (principles of Islamic jurisprudence) in the contemporary context. As a foundational discipline of Islamic law, Usual al-Fqih provides the methodologies for deriving legal rulings and enables jurists to interpret textual sources through concepts such as general and specific, absolute and qualified, abrogation, and the objectives of Sharia (maqasid al-shariah).

In the modern era, rapidly changing social, economic, and intellectual conditions have highlighted the need to revisit and reformulate this discipline. This research analyzes contemporary Muslim thought and explores the possibilities of reinterpreting usual al-Fqih while preserving the enduring spirit of Sharia.

The study critically engages with current intellectual trends and juristic discourse, concluding that its reconstruction can develop into a coherent and practical framework, provided a balanced integration of tradition and modernity is maintained.

Keywords: usual al-Fqih, Reconstruction, Ijtihad, Maqasid al-Shariah, Islamic Law, Reinterpretation

علمِ اصولِ فقہ کی تاریخی تدوین کا آغاز امام محمد بن ادریس الشافعیؒ کی کتاب "**الرسالۃ**" سے ہوا، جس کے بعد مختلف علماء نے اسے مزید وسعت دے کر ایک منظم علمی روایت میں ڈھالا۔ اس کی کلاسیکی تشکیل مخصوص تاریخی، تہذیبی اور فکری سیاق میں ہوئی، جس کے اثرات اس کے مباحث اور مناہج میں نمایاں ہیں۔ موجودہ دور میں سائنسی ترقی، ٹیکنالوجی، عالمگیریت اور انسانی حقوق کے نئے تصورات نے پیچیدہ مسائل کو جنم دیا ہے، جس کے پیش نظر اصولِ فقہ کی تشکیلِ جدید ایک اہم ضرورت بن گئی ہے۔ اس سے مراد بنیادی ڈھانچے کی تبدیلی نہیں بلکہ اجتہادی صلاحیت کے ذریعے اسے معاصر تقاضوں کے مطابق از سرِ نو منظم کرنا ہے، جس میں مقاصدِ شریعت کو مرکزی حیثیت حاصل ہو۔ اس حوالے سے مختلف آراء پائی جاتی ہیں، تاہم ایک معتدل نقطۂ نظر روایت اور جدت کے امتزاج کے ذریعے اصولِ فقہ کو معاصر مسائل کے حل کے لیے مؤثر بنانے کی وکالت کرتا ہے، اور یہی اس تحقیق کا بنیادی محور ہے۔

امام ابن حزمؒ اور اصول فقہ کی تشکیلِ جدید

امام ابن حزمؒ اندلسی (994ء–1064ء) ظاہری مکتبِ فکر کے ممتاز فقیہ، محدث، متکلم اور اصولی تھے، جن کی تصنیف "**الاحکام فی اصول الاحکام**" اصولِ فقہ کا ایک اہم علمی ماخذ ہے۔ انہوں نے اپنے اصولی منہج میں نصوصِ شریعت کے ظاہری مفہوم پر عمل کرنے پر زور دیا اور اصولِ فقہ کا بنیادی مقصد شارع کی مراد کو سمجھ کر احکام کی وضاحت قرار دیا۔ امام شافعیؒ کے بعد اس علم کی ترقی میں ان کا نمایاں کردار ہے؛ وہ اپنے اصولوں کو یقین اور وضاحت کے ساتھ پیش کرتے، ملکۂ اجتہاد کے حصول کی ترغیب دیتے، یقینی و مؤثر اصولوں کو اختیار کرنے جبکہ ظنی و مختلف فیہ اصولوں سے اجتناب کی تلقین کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا ہے:

"فكان كتابنا هذا كله في بيان العمل بهذه الآية وكيفيته وبيان الطاعتين المأمور بهما لله تعالى ولرسوله عليه السلام وطاعة أولي الأمر ومن هم أولو الأمر -- وهذا هو جماع الديانة كلها"

"پس ہماری یہ پوری کتاب اسی آیت (يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُم--) پر عمل کرنے، اس کے طریقہ کار، اور ان دو اطاعتوں کی وضاحت کے بارے میں ہے جن کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے لیے حکم دیا گیا ہے، نیز اولی الامر کی اطاعت اور وضاحت، اور ہمارے درمیان جو اختلاف واقع ہوتا ہے، اور جن امور میں ہمارے درمیان نزاع پیدا ہو ان کا بیان، اور انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لوٹانے کی وضاحت پر مشتمل ہے۔ اور یہی تمام دین کا خلاصہ ہے"۔

1۔ قطعی و یقینی اصولوں کی توثیق:

ان سے مراد وہ اصول ہیں جو یقین اور قطعیت تک پہنچانے کا ذریعہ بنتے ہیں۔ انہوں نے ان کے اثبات کے لیے ایک منفرد طرزِ استدلال اور ایسے حسی و عقلی تصورات سے استفادہ کیا جو ان سے پہلے استعمال نہیں ہوئے تھے۔ اور وہ یہ ہیں:

1. **قرآنِ مجید**: مصادرِ شریعتِ اسلامیہ میں اصلُ الاصول اور مصدرُ المصادر کی حیثیت رکھتا ہے۔
2. **حدیثِ رسول ﷺ**: یہ وحی پر مشتمل ہوتی ہے، بشرطیکہ اسے نقل کرنے والے راوی ثقہ ہوں یا وہ متواتر ہو۔
3. **اجماعِ امتِ مسلمہ**: بشرطیکہ یہ متواتر ہو، اس کی سند صحیح ہو اور یہ عہدِ صحابہؓ میں منعقد ہوا ہو۔
4. **دلیل**: قرآن، سنت اور اجماع جب کسی حکم اور اس کی بنیاد کو بیان کریں، تو ان سے ماخوذ معنٰی کی روشنی میں جس حکم کا استنباط کیا جائے اسے "دلیل" کہا جاتا ہے، اور یہ اہلِ ظاہر کے نزدیک فقہِ اسلامی کا چوتھا مصدر ہے۔

حافظ ابنِ حزمؒ نے ان اصولوں کے اثبات کے لیے استدلالی اور تجرباتی طرزِ استدلال اختیار کیا ہے، جس میں متعدد مفروضوں میں سے دلائل کی بنیاد پر صحیح مفروضے کو مسلمہ حیثیت دی جاتی ہے، اور باقی کو رد کیا جاتا ہے۔ وہ حذف کے طریقے سے بھی استفادہ کرتے ہیں، جس میں صحیح مفروضے کو فیصلہ کن تجربے کا نام دیا جاتا ہے، کیونکہ اس میں منطقی دلیل برہانِ خلف کا مفہوم شامل ہوتا ہے۔

2۔ ظنی اور غیر قطعی اصولوں کی تردید

امام ابنِ حزمؒ نے تمام ظنی اور غیر قطعی اصولوں کو بطورِ دلیل تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے، چنانچہ انہوں نے سابقہ شریعتوں، احتیاط، سدِّ ذرائع، استحسان، تقلید، محض رائے، دلیلِ خطاب، قیاس اور تخریجِ علل جیسے اصولوں کو ماننے سے انکار کیا ہے۔

3۔ اصول فقہ کی تشکیل جدید میں نمایاں کاوشیں:

امام ابنِ حزمؒ نے امام شافعیؒ کے بعد اصولِ فقہ کو شرعی دلائل سے مؤید کرنے پر خصوصی زور دیا اور استنباطِ احکام کے لیے صرف نصوص سے ماخوذ اور مقاصدِ شریعت کی پاسداری کرنے والے اصولوں کو صحیح قرار دیا۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے اصولی مباحث کو نصوص کے ظاہری مفہوم سے مربوط کیا، یقینی و قطعی دلائل کو ترجیح دی، ظنی اصولوں کو تسلیم کرنے سے انکار کیا، اور استنباطِ احکام میں نص، یقین اور وضاحت پر مبنی منہج کو فروغ دینے کے لیے درج ذیل کام کیے:

1. نصوص کتاب و سنت کی شدت سے پیروی اور تعظیم کرنا۔
2. ہر اصول کی نصوص شریعت سے دلیل لانا اور ادلہ سے استنباط پر خصوصی توجہ مرکوز کرنا۔
3. تمام علمی شعبوں میں مستند احادیث و آثار کو حجت تسلیم کرنا اور ضعیف روایات کو رد کرنا۔
4. صحیح خبر واحد کو حجت تسلیم کرنا، اس کے ذریعے علم اور عمل دونوں کو واجب قرار دینا۔
5. تقلید کو سب صورتوں اور تمام لوگوں پر حرام قرار دینا، اجتہاد کا دروازہ کھولنا اور تمام لوگوں پر لازم قرار دینا۔
6. اصول فقہ کے مبحث کو کلامی بحثوں سے پاک کرنا۔
7. عقل معتبر دلیل لیکن نصوص وحی کے تابع۔
8. حقیقی دلائل میں تعارض کی نفی۔
9. تحقیق و استدلال میں استقرائے تام اور سروے پر اعتماد۔
10. اصولوں اور عمل میں موافقت

4۔امام ابن حزمؒ اور اصولی تسامحات:

امام ابن حزمؒ کے وہ مشہور اصولی تفردات جنہیں جمہور اصولیوں نے قبول نہیں کیا درج ذیل ہیں:

1. صرف نصوص کے ظاہری مفہوم شرعی حجت اور ان کی تاویل سے انکار۔
2. قیاس کو دلیلِ شرعی ماننے سے انکار اور نصوص کا تمام زمانوں کے واقعات پر محیط ہونا۔
3. نصوص کے معلول ہونے سے انکار کرنا اور انہیں تعبدی ماننا۔
4. استحسان، مصالح مرسلہ اور سدِّ ذرائع کی حجیت سے انکار۔
5. قولِ صحابی کی حجیت سے انکار الا کہ تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اس قول پر متفق ہوں۔
6. استصحاب حال کو حجت یقینی قرار دینا اور اس سے استدلال کرنے میں توسع۔
7. حرمتِ تقلید اور ہر شخص پر اجتہاد کا واجب ہونا۔
8. دلیل کے یقینی ہونے کی شرط لگانا اور ظنی دلیل کو تسلیم کرنے سے انکار۔

امام ابن تیمیہؒ اور اصول فقہ کی تشکیل جدید:

امام ابن تیمیہ (م:728ھ) ایک جید عالم، فقیہ، محدث، متکلم، مصنف اور مجتہد شخصیت کے حامل تھے، جن کی کثیر الجہتی خدمات کے باعث انہیں "شیخ الاسلام" کا لقب دیا گیا۔ وہ حنبلی فقہ کے پیروکار اور شارح ہونے کے باوجود اصولِ فقہ میں اجتہادی اصلاحات کے حامی تھے، اور تقلید کی بجائے کتاب وسنت اور دیگر دلائلِ شرعیہ کی بنیاد پر احکام کے استنباط پر زور دیتے تھے۔

1۔اصولِ فقہ میں اجتہادی بصیرت اور اصولی خصوصیات:

امام ابن تیمیہؒ کی اصولی واستدلالی بصیرت ان کی فقہی صلاحیت میں دو بنیادی امور کی وجہ سے غالب نظر آتی ہے:

- اصولِ فقہ فقہ کی اصل اور بنیادی محور ہے۔
- اصولِ فقہ ایک نظریاتی، اصولی اور معیاری علم ہے۔

ان کی نمایاں خصوصیت غیر معمولی تنظیری صلاحیت، اصول سازی میں مہارت، اور عالمگیر اصول ومعیاری پیمانوں کی تشکیل ہے جن کے ذریعے حقائق کو پرکھا جا سکتا ہے۔

2-اجتہادی تصانیف اور اصولی مباحث:

امام ابن تیمیہؒ وہ منفرد اصولی مجدد ہیں جن کی اصولِ فقہ میں کوئی مستقل تصنیف موجود نہیں، تاہم ان کی متفرق تحریروں میں اصولی مباحث و قواعد بکثرت پائے جاتے ہیں۔ معاصر محقق شیخ صالح بن عبدالعزیز آل منصور نے ان افکار کو جمع کرکے "**اصول الفقه عند ابن تيميه**" کے عنوان سے دو جلدوں پر مشتمل مفصل تصنیف مرتب کی، جس میں ان کی متعدد اصولی آراء منظم انداز میں پیش کی گئیں۔

امام صاحب نے اپنے اصولوں کو "سلفِ صالحین کے اصول" قرار دیتے ہوئے کسی مخصوص فقہی مذہب کی بجائے نبی ﷺ، صحابہؓ اور تابعینؒ کے منہج کی پیروی پر زور دیا، اور مقاصدِ شریعت، فہمِ نبوی ﷺ اور طرزِ استدلالِ صحابہؓ کے ساتھ ہم آہنگی کو بنیادی اہمیت دی۔ اس طرح ان کے اصولی افکار میں اختراعی، تنقیدی اور تجدیدی رجحان نمایاں طور پر جھلکتا ہے۔

3۔سیاسی و فقہی سیاق میں اصولِ فقہ کی جدید تشکیل:

امام ابن تیمیہؒ کے دور میں منگولوں اور صلیبی حملہ آوروں کے خلاف جدوجہد کے باعث سیاسی استحکام اور ریاستی وحدت کی ضرورت بڑھ گئی، جس کے پیشِ نظر انہوں نے اصولِ فقہ کی جدید تشکیل پر توجہ دی۔ وہ فقہی و سیاسی اختلافات کو جزوی طور پر یونانی منطق اور مابعد الطبیعاتی اثرات کا نتیجہ سمجھتے تھے، جن پر کلاسیکی اصولِ فقہ کی عمارت استوار ہوئی۔

امام ابن تیمیہؒ نے یونانی فلسفہ ومنطق پر تنقید کی اور اپنی تصانیف "**الرد علی المنطقیین**"، "**رسالة فی معنی القیاس**" اور "**القیاس فی الشرع الاسلامی**" میں قیاس کے یونانی منطق پر منحصر ہونے کا تفصیلی تجزیہ پیش کیا۔ جیسا کہ اپنی کتاب "**السياسة الشرعية في اصلاح الراعي والرعية**" میں دین وسیاست میں دوری کے اسباب پر مفصل بحث کی۔ ان کے خیال میں یونانی منطق اور مابعد الطبیعاتی اثرات کے باعث مسلمان فلاسفہ، متکلمین اور صوفیاء کے ہاں اسلامی فکر میں تضادات پیدا ہوئے، اور یونانی منطق عقلمند اور بیوقوف دونوں کے لیے نقصان دہ ہے۔

4۔منطقی دلائل، قیاس اور اصولِ فقہ میں اصلاح:

ابتداء میں امام ابن تیمیہؒ نے منطقی دلائل کے اکثر درست نتائج کی وجہ سے ان کی درستگی تسلیم کی، تاہم بعد میں انہیں یہ ادراک ہوا کہ منطقی قضایا قطعی نہیں بلکہ ظنی ہوتے ہیں اور خارجی حقائق سے لازمی تعلق نہیں رکھتے۔ جب انہیں یقینی مسلمات کے طور پر پیش کر کے الٰہیات اور دیگر علوم میں شامل کیا گیا تو آگے چل کر یہی اصول، اصولِ فقہ میں بطور مسلمات شامل کیے گئے، تو فقہی اختلافات کے لیے انہی اصولوں کو بطور جواز استعمال کیا جانے لگا۔

امام ابن تیمیہؒ نے یونانی منطق اور مابعد الطبیعاتی اثرات سے متاثرہ فقہی اصولوں کو ترک کرتے ہوئے اصولِ فقہ کی تشکیلِ جدید کی طرف توجہ دی، جس میں قواعد، اصطلاحات، طریقۂ استدلال اور شواہد پوری طرح واضح ہوں۔ ان کے نزدیک اصولِ فقہ کے بنیادی ماخذ قرآن، سنت، اجماع صحابہؓ اور صحیح عقلی استدلال (اعتبار) ہیں۔

امام ابن تیمیہؒ نے عسّاف نامی عیسائی کی توہینِ رسالت کے واقعے پر فقہاء کے اختلافات کا تجزیہ کیا اور پایا کہ یہ اختلاف زیادہ تر شرعی نصوص کی تعبیر میں یونانی بلاغت اور قیاس پر انحصار کی وجہ سے ہیں۔ اس تنقیدی جائزے نے ان کے اصولِ فقہ کی جدید تشکیل کے عزم کو تقویت دی، اور اسی سلسلے میں انہوں نے اپنی معروف تصنیف "**الصارم المسلول علی شاتم الرسول**" میں اس مسئلے کو اصولی اور استدلالی انداز میں واضح کیا۔

5۔اجتہادی اصلاحات اور جدید رہنمائی:

امام ابن تیمیہؒ نے یونانی فکر سے متاثرہ کلام، بلاغت اور منطق کے محدود نصوصی منہج کا تنقیدی جائزہ لیا اور واضح کیا کہ اجماع اور قیاس جیسے فقہی اصول بھی اسی اسلوبِ تعبیر سے متاثر ہوئے۔ انہوں نے ارسطو (م: 322ق م ء) کی منطق اور افلاطون (م: 347ق م) کے مابعد الطبیعاتی قیاس پر مبنی طریقے ترک کرتے ہوئے اصولِ فقہ کی جدید تشکیل پر توجہ دی اور اس میں واضح، متعین اور دوٹوک نتائج پیش کیے۔ ان کے نزدیک قانون کو ابہام سے پاک ہونا چاہیے، جس میں قواعد، اصطلاحات، طریقۂ استدلال اور شواہد پوری طرح واضح ہوں۔ امام ابن تیمیہؒ نے اصولی قیاس کے یونانی منطقی اثرات سے متاثر ہونے کے سبب پوری طرح قابلِ اعتماد اصول تسلیم نہیں کیا اور اس کے مقابلے میں "اعتبار" اور "استحلال" جیسے اصول پیش کیے، اور مسلم فکر کی بنیاد قرآن وسنت اور سلف صالحین کے منہج پر رکھنے پر زور دیا۔

موجودہ دور میں، جہاں ریاست، سرحد، دارالامن اور دارالحرب جیسے تصورات میں نمایاں تبدیلی آچکی ہے اور سیاسی، معاشی و سماجی نظاموں کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ تحقیق کے ذرائع بھی بہت بدل گئے ہیں، وہاں مسلم علماء وفقہاء کی ذمہ داری ہے کہ وہ امام ابن تیمیہؒ کے منہج سے رہنمائی حاصل کرتے ہوئے اصولِ فقہ کی تشکیلِ جدید پر توجہ دیں۔ مضبوط اصولی مباحث کو جدید اسلوب اور آسان زبان میں پیش کیا جائے، معاصر مثالوں سے واضح کیا جائے، غیر متعلق مباحث کو خارج کیا جائے، اور جدید علوم و فنون کو اصولِ فقہ کا حصہ بنایا جائے تاکہ مستند اور مؤثر اجتہاد ممکن ہو۔

امام شاطبیؒ اور اصول فقہ کی تشکیل جدید:

امام ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ الشاطبیؒ (720ھ–790ھ) کا شمار اصولِ فقہ کے اُن جلیل القدر اور مجدد ائمہ میں شمار ہوتا ہے۔ انہوں نے معقول و منقول میں توازن قائم کیا، اصول و فروع کے باہمی ربط کو از سرِ نو واضح کیا، اور شرعی جزئیات و کلیات میں ہم آہنگی پیدا کی، نیز شریعت کے قواعد اور مقاصد کی درجہ بندی کو ایک منظم اور معیاری شکل دی۔ ان کی شہرۂ آفاق تصنیف **"الموافقات في أصول الشريعة"** میں نظریۂ مقاصدِ شریعت کو خاص اہمیت دی گئی، جہاں **"کتاب المقاصد"** کے عنوان سے ایک مستقل اور جامع بحث شامل ہے۔ ان کی خدمات کے اعتراف میں انہیں **"شيخ المقاصدين"** کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

شیخ محمد طاہر بن عاشور (م: 1973ء) نے ان کے بارے میں فرمایا ہے:

"الرجل الفذ الذي افرد هذا الفن بالتدوين هو ابو اسحاق ابراهيم بن موسى الشاطبي المالكي"

"اس فن کو مستقل طور پر مدوّن کرنے والی ممتاز اور منفرد شخصیت ابراہیم بن موسیٰ الشاطبی المالکی ہیں۔"۔

1 ۔ نظریۂ مقاصدِ شریعت کی تدوین اور اہمیت:

امام شاطبیؒ کی مشہور تصنیف "الموافقات في اصول الشريعة" میں نظریۂ مقاصدِ شریعت کو مرکزی حیثیت حاصل ہے، جس میں "کتاب المقاصد" کے عنوان سے ایک مستقل اور جامع بحث شامل ہے۔ انہوں نے شریعت کے قواعد و مقاصد کو منظم انداز میں مرتب کیا اور ان کی درجہ بندی پیش کی، جس سے یہ فن ایک باقاعدہ علمی شعبہ بن گیا۔ عبد المتعال الصعیدیؒ (م: 1966م) نے اصول فقہ کی اختراع میں امام شافعیؒ اور مقاصد شریعت کی اختراع میں امام شاطبیؒ کے مابین موازنہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

امام شاطبیؒ، امام شافعیؒ کے بعد اس اعتبار سے ممتاز ہیں کہ انہوں نے اپنے دور میں ہی شریعت کی روح (مقاصدِ شریعت) کا گہرا ادراک حاصل کر لیا تھا، اور یہ امتیاز انہیں مقاصدِ شریعت پر ان کی غیر معمولی توجہ اور تحقیق کے باعث حاصل ہوا"۔

2۔ اصولِ فقہ میں اصلاحی و تنقیدی منہج:

امام شاطبیؒ نے اپنے زمانے کی اصولی کتب کا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے محسوس کیا کہ ان میں قانون سازی کے مقاصد اور حکمتوں کو خاطر خواہ اہمیت نہیں دی گئی۔ بعض اہلِ علم نصوص کے ظاہری الفاظ تک محدود ہو کر مقاصد، علل اور حکمتوں سے غافل ہو گئے تھے، جس سے فروع کا اصولوں اور فتاویٰ کا مقاصدِ شریعت سے تعلق کمزور ہو گیا۔ انہوں نے اس فکری عدم توازن کو دور کرنے کے لیے جامع علمی بصیرت اور مختلف علوم کے امتزاج پر زور دیا۔

3۔الموافقات'' کی تالیف کا مقصد اور منہج:

امام شاطبیؒ کی اصولِ فقہ کی تجدیدی خدمات ان کی تصنیف **"الموافقات في اصول الشريعة"** میں نمایاں طور پر ظاہر ہوتی ہیں۔ انہوں نے اس بات کی نشاندہی کی کہ سابقہ اصولی کتب میں مقاصدِ شریعت اور حکمتوں کو خاطر خواہ اہمیت نہیں دی گئی، جس کے باعث بعض علماء نصوص کے ظاہر تک محدود ہو کر علل و مقاصد سے غافل رہے اور یوں فروع، اصول اور فتاویٰ کے باہمی ربط میں کمزوری پیدا ہوئی۔ امام شاطبیؒ کے نزدیک اس کا سبب علمی وسعت کی کمی تھی، جو بعض فقہاء کو غلو یا غفلت کی طرف لے گئی۔ وہ خود اعتراف کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے انہوں نے مختلف علوم میں مہارت حاصل کی، جس کے نتیجے میں شریعت کے ایسے گہرے معانی ان پر منکشف ہوئے جن کا انہیں پہلے گمان بھی نہ تھا۔

امام شاطبیؒ نے ایک جامع تصنیف کا عزم کیا تاکہ فقہاء کے لیے فقہی بصیرت کا دروازہ کھولیں، مختلف مناہج کو یکجا کریں اور ایسے کلی اصول و ضوابط مرتب کریں جن پر اکثر جدید فروعِ شریعت کا انحصار ہو۔ اسی مقصد کے تحت انہوں نے ایسی کتاب تصنیف کی جس میں مالکی اور حنفی مکاتبِ فکر کے مناہج کو ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی گئی، اور ایک خواب کے بعد انہوں نے اس کا نام **"الموافقات في أصول الشريعة"** رکھا۔

4۔استقرائی ومقاصدی منہج کی تطبیق:

امام شاطبیؒ نے استقراء (induction) کو اصولِ فقہ میں مرکزی حیثیت دی اور نصوصِ شرعیہ، فتاویٰ اور فقہی دلائل کے جامع تجزیے کے ذریعے قطعی اصول متعین کرنے کی کوشش کی۔ انہوں نے اجتہاد کو عملی اور تطبیقی انداز میں پیش کیا تاکہ اسے بدلتے ہوئے حالات اور معاصر تقاضوں سے ہم آہنگ بنایا جا سکے۔ اس طرح انہوں نے فقہ کو محض نظری علم کے بجائے ایک فعال اور مربوط نظام کے طور پر پیش کیا اور اسے معاصر تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کی راہ ہموار کی۔

5۔اصولی اصطلاحات کی از سرِ نو تعیین:

امام شاطبیؒ نے اصولِ فقہ کی بعض بنیادی اصطلاحات جیسے استقراء، قطعیت، عموم اور اعتدال پر نظرِ ثانی کی اور انہیں اصولی خطاب کے مطابق نئے انداز میں متعین کیا۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ اصولِ فقہ کو اس کے حقیقی ہدف یعنی مقاصدِ شریعت کے فہم کی طرف واپس لایا جائے اور اس کے مباحث کو زیادہ منظم، مربوط اور معیاری بنایا جائے۔

7۔منہجِ شاطبیؒ: منہجِ شافعیؒ کی علمی تکمیل:

امام شاطبیؒ کی تجدیدی خدمات کے اعتراف کے ساتھ یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ بعض مغربی مستشرقین نے ان کے نظریۂ مقاصدِ شریعت کو غلط انداز میں پیش کرتے ہوئے اسے شرعی نصوص کے مفہوم میں تبدیلی یا ان کی عارضی و تاریخی حیثیت ثابت کرنے کا ذریعہ بنانے کی کوشش کی، حالانکہ امام صاحب کا مقصد قطعی طور نصوص کو باطل قرار دینا یا ان کے ظاہری مفہوم کو بدلنا نہیں تھا بلکہ نصوص ہی کی روشنی میں شارع کی مراد اور شریعت کے حقیقی مقاصد کو سمجھنا تھا۔ اسی تناظر میں محمد ارکون نے امام شاطبیؒ کو مارٹن لوتھر (م: 1546م) اور جان کیلون (م: 1564م) کے مشابہ قرار دے کر ان کے کام کو امام شافعیؒ کے اصولی منہج کے خلاف ایک ''پروٹسٹنٹ انقلاب'' کہا ہے، لیکن معاصر محققین، خصوصاً ڈاکٹر ہانی محمود حسن نے اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالہ (**رسالة الإمام الشافعي في المنظور الاستشراقي**) میں اس کی تردید کرتے ہوئے واضح کیا کہ امام شاطبیؒ کی اصولی فکر دراصل امام شافعیؒ ہی کی بنیادوں پر استوار ہے، وہ ان کے منہج کے معارض نہیں بلکہ اس کے شارح اور تکمیل کرنے والے ہیں۔

ڈاکٹر فرید الانصاری (م: 2009ء) کے مطابق، امام شاطبیؒ کی کتاب "**الموافقات في أصول الشريعة**" دراصل امام شافعی کی کتاب "الرسالۃ" کا ایک نوعی اعادہ ہے۔ جس طرح امام شافعیؒ نے اپنے دور میں اصولِ فقہ کی بنیاد رکھی، اسی طرح امام شاطبیؒ نے بعد کے دور میں اس علم کی تجدید کی، اہلِ حدیث اور اہلِ رائے کے مناہج کو قریب لایا اور امام شافعیؒ کے بعد پیدا ہونے والے نئے فقہی مسائل اور علمی و عملی مشکلات کا احاطہ بھی کیا گیا۔

امام شاطبیؒ نے علمِ اصولِ فقہ کے تنقیدی جائزے کی ذمہ داری کے تحت درج ذیل امور کو پیشِ نظر رکھا:

1. علمِ اصولِ فقہ کی موجودہ صورتِ حال کی اصلاح کرنا، کیونکہ یہ اپنے بنیادی مقاصد کے حصول سے قاصر ہو چکا تھا۔
2. امام شاطبیؒ نے امام شافعیؒ کی طرح اصولی خطاب میں علمی رابطے کو از سرِ نو بحال کیا، کیونکہ انہیں بھی اپنے دور میں اسی نوعیت کی علمی مشکلات اور رکاوٹوں کا سامنا تھا جن کا سامنا امام شافعیؒ نے کیا تھا۔

ڈاکٹر حسن الترابی اور اصول فقہ کی تشکیل جدید

ڈاکٹر حسن ترابیؒ (1932م–2016م) ایک ممتاز سوڈانی سیاست دان، دینی راہنما، داعی، مصلح اور دانشور تھے۔ جنہیں تجدیدی قیادت میں نمایاں مقام حاصل تھا۔ انہوں نے اپنے دور کی معاشرتی، سیاسی، سماجی، معاشی اور سائنسی تبدیلیوں کے پیشِ نظر اسلامی فقہ اور اصولِ فقہ کی نئی تفہیم پر زور دیا۔ ڈاکٹر صاحب نے اس مقصد کے لیے اپنی مختصر کتاب "**تجديد اصول الفقه الاسلامى**" تالیف کی، جو اس موضوع پر ابتدائی اور اہم کاوشوں میں شمار ہوتی ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے اصول فقہ کی تشکیل جدید کے ضمن میں کاوشوں کا ایک مختصر جائزہ ذیل پیش کیا جاتا ہے:

1۔روایتی اصول فقہ کی ترقی اور تشکیلِ جدید:

ڈاکٹر حسن ترابیؒ کے نزدیک اصول فقہ ایک متحرک اور زندہ علم ہونا چاہیے جو زمانے کے تقاضوں کے مطابق خود کو ڈھال سکے۔ ان کے خیال میں اسلامی فقہ کو جامد رہنے کی بجائے نئے چیلنجز اور مسائل کے مطابق ارتقاء پذیر ہونا چاہیے۔ اسی لیے وہ اصول فقہ کو ترقی کو ضروری سمجھتے ہیں تاکہ یہ جدید دور کے لیے مؤثر اور قابل عمل رہ سکے۔ انہوں نے کہا ہے:

"إن علم الأصول التقليدي لم يعد مناسباً للوفاء بحاجتنا المعاصرة حق الوفاء؛ لأنه مطبوع بأثر الظروف التاريخية التي نشأ فيها"۔

''روایتی علم اصول فقہ موجودہ دور کی ضروریات کو مکمل طور پر پورا کرنے کے قابل نہیں، کیونکہ یہ ان تاریخی حالات کے زیر اثر تشکیل پایا تھا جن میں اسے مدون کیا گیا تھا''۔

ڈاکٹر حسن ترابیؒ نے امتِ مسلمہ کی نشاۃِ ثانیہ کے لیے اصولِ فقہ کی جدید تشکیل کو ناگزیر قرار دیا ہے اور وہ اس کے مجوزہ لائحہ عمل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"مسلم دنیا کو زندگی کے تمام شعبوں میں ایک ہمہ گیر نشاۃِ ثانیہ کی ضرورت ہے جو اسلامی فکر و شعور کو جمود سے نجات دلا سکے۔ یہ نشاۃِ ثانیہ اُس وقت تک ممکن نہیں جب تک ایک جدید، اصولی منہج اختیار نہ کیا جائے—ایسا منہج جو محض دینی جزئیات میں الجھنے کے بجائے اسلام کے کلی مقاصد کو پیشِ نظر رکھے اور انہیں عصرِ حاضر کے حقائق سے مربوط کرے۔ اس کے بغیر دینی اصول محض بانجھ نظریاتی بیانات بن کر رہ جائیں گے، جو جدید سائنسی و فکری چیلنجوں کا سامنا کرنے والی ایک زندہ اور متحرک فقہ کی تشکیل سے قاصر ہوں گے"۔

2۔ قیاس کی وسعت اور مؤثر اطلاق:

ڈاکٹر حسن ترابیؒ قیاس کو فقہی احکام کا ایک اہم ماخذ تسلیم کرتے ہیں، لیکن اس کے کلاسیکی محدود تصور سے متفق نہیں ہیں۔ ان کے نزدیک قیاس کو اس طرح وسعت دی جانی چاہیے کہ وہ جدید دور کے تقاضوں کو پورا کر سکے۔ وہ کہتے ہیں کہ قیاس میں "اصل" کو کسی ایک متعین نص تک محدود کرنے کے بجائے نصوص کے مجموعی مقاصدِ شریعت یا دینی مصلحتوں پر مبنی ہونا چاہیے، اور نئے پیش آنے والے مسائل کو انہی اصولوں پر پرکھا جانا چاہیے۔ اس طرح کا وسیع اور ہمہ گیر قیاس، جو مصالحِ مرسلہ کو بھی شامل ہو، احکامِ شریعت کی گہرائی اور مقاصد کو بہتر طور پر سمجھنے میں ایک اعلیٰ درجے پر فائز ہوگا۔

ڈاکٹر حسن ترابیؒ نے وسیع قیاس میں جس ''اصل'' کی تجویز دی ہے، وہ دراصل معروف فقہی قیاس کے مفہوم میں پہلے ہی شامل ہے، کیونکہ اصولی قواعد عموماً نصوص اور احکام کے مجموعی مطالعے کی بنیاد پر مرتب کیے گئے ہیں، جیسا کہ اس پر جمہور اصولیین متفق ہیں۔ تاہم، اس کے باوجود قیاسِ علت کو رد نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ یہ نئے مسائل کے احکام کے تعین میں زیادہ مضبوط اور واضح رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ چنانچہ اس معاملے میں جمہور اصولیوں کا موقف ہی زیادہ راجح معلوم ہوتا ہے۔

3۔ مصالح مرسلہ و مقاصدِ شریعت: شرعی دلیل اور وسعتِ اطلاق

ڈاکٹر حسن ترابیؒ اسلامی شریعت میں عمومی مصالح اور مفادات کو خاص اہمیت دیتے ہیں۔ وہ اس مقصد کے لیے سیدنا عمر فاروقؓ (م: 23ھ) کی فقہ کو نمونہ قرار دیتے ہیں، جس میں احکام کے استنباط میں نصوص کے ظاہری الفاظ کے بجائے مقاصدِ شریعت اور عوامی مصلحتوں کو ترجیح دی جاتی تھی۔ وہ امام مالکؒ (م: 179ھ) کے مصالحِ مرسلہ کے قائل ہونے کے باوجود اس کا وسیع استعمال نہ ہونے پر تنقید کرتے ہیں، جبکہ فقہِ حنفی میں عقل، استحسان اور قیاس کے استعمال کو سراہتے ہیں۔ اسی طرح وہ حافظ ابن حزمؒ کی اس پہلو سے تعریف کرتے ہیں کہ انہوں نے سیاست، حکومت اور اجتماعی مسائل کے تناظر میں استحسان کے ذریعے فقہ اسلامی کی توسیع میں کردار ادا کیا۔

ڈاکٹر ترابیؒ مسلمانوں کو اس دور میں مصالحِ مرسلہ اور مقاصدِ شریعت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایک وسیع فقہ تشکیل دینے کی ترغیب دیتے ہیں، جو عبادات کے ساتھ ساتھ معاشرتی، معاشی، سماجی اور سیاسی تمام پہلوؤں میں رہنمائی فراہم کرے۔

4۔استصحابِ حال کی حجیت اور وسیع اطلاق:

ڈاکٹر ترابیؒ کے نزدیک استصحابِ حال ایک معتبر شرعی دلیل ہے۔ان کے خیال میں شریعت نے جاہلی معاشرے کی ہر چیز کو ختم نہیں کیا بلکہ درست امور کو برقرار رکھا اور صرف غلط معاملات کی اصلاح کی۔اس بنا پر جس جاہلی عمل کے بارے میں شریعت میں تبدیلی کا کوئی ثبوت نہ ہو، اسے جائز سمجھا جائے گا اور اس پر عمل کیا جا سکتا ہے۔ انہوں نے کہا ہے:

"چیزوں اور اعمال میں اصل اباحت ہے، اور انسان بنیادی طور پر شرعی تکلیف سے بری ہے۔ ہر وہ عمل جو مومن اللہ کی رضا کے لیے انجام دے وہ عبادت ہے، جبکہ دنیاوی لذت کے لیے کیا جانے والا ہر کام مباح اور جائز ہے، الا یہ کہ کسی مخصوص عمل کی ممانعت یا عدمِ جواز پر کوئی شرعی نص موجود ہو"۔

ڈاکٹر صاحب نصوص سے آغاز کرنے کی شرط رکھتے ہیں، پھر وسیع اصولوں کو پیشِ نظر رکھنے کی تاکید کرتے ہیں، اور اس کے بعد جدید حالات اور ان کے تقاضوں کا لحاظ رکھنے کی تلقین کرتے ہیں، جن کی مصلحتوں اور اسباب کے مطابق انسان اپنی زندگی گزارتا ہے، کیونکہ نصوص سے اخذ شدہ مفہوم بعض اوقات نفاذ کے وقت منسوخ ہو سکتا ہے، جس سے مشکلات پیش آتی ہیں، اور کبھی اسے کوئی دوسری نص یا دینی مصلحت بھی رد کر سکتی ہے۔

ڈاکٹر حسن ترابیؒ کے بعض بیانات محلِ نظر ہیں، کیونکہ اشیاء میں اصل اصول قطعی اباحت نہیں بلکہ نفع و ضرر کے اعتبار سے جواز و حرمت کا تعین ہے؛ نیز شریعت کے بعد اوامر واجب اور نواہی حرام ہیں، جبکہ سکوت شدہ امور سابقہ اصول کے تحت رہتے ہیں۔اسی طرح ہر وہ عمل جس سے مومن اللہ کی رضا چاہے اسے مطلقاً عبادت کہنا درست نہیں، کیونکہ اس سے بدعت کے دروازے کھل سکتے ہیں۔اور ہر بدعتی اپنے عمل کو اللہ کی رضا کا ذریعہ قرار دیتا ہے

5۔اجماع: تمام مسلمانوں کا اتفاق:

جمہور اصولی فقہاء کے نزدیک اجماع، کتاب و سنت کے بعد شریعت کا تیسرا بنیادی ماخذ ہے، جس سے مراد مجتہد علماء کا کسی شرعی مسئلے پر اتفاق ہے، اور اس کے لیے سخت شرائط مقرر کی جاتی ہیں۔اس کے برعکس، ڈاکٹر حسن ترابیؒ اجماع کو ایک وسیع، اجتماعی اور مشاورتی عمل قرار دیتے ہیں، جس میں پوری مسلم سوسائٹی شریک ہوتی ہے؛ اور باہمی مشاورت و اجتماعی غور و فکر کے ذریعے رائے عامہ یا اکثریت کی بنیاد پر فیصلے تک پہنچا جاتا ہے، جبکہ ثانوی امور کے اختیار متعلقہ حکام یا ذمہ دار افراد کو سونپ دیا جاتا ہے، جن میں اعلیٰ حکمران سے لے کر پولیس اہلکار اور نچلے درجے کے کارکن تک شامل ہو سکتے ہیں۔ڈاکٹر ترابی کے مطابق اس طرح امت مسلمہ کو اجماع کے معاملے میں اس کا حق واپس دیا جا سکتا ہے، جو ماضی میں صرف فقہاء تک محدود رہا۔

ڈاکٹر ترابیؒ نے اس کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے:

" فيمكن أن نحتكم إلى الرأي العام المسلم، ونطمئن إلى سلامة فطرة المسلمين، حتى لو كانوا جهالاً في أن يضبطوا مدى الاختلاف ومدى التفرق"

''ہم عام مسلمانوں کی رائے پر بھروسا کر سکتے ہیں اور ان کی فطرت کے سلیم ہونے کا یقین بھی رکھ سکتے ہیں، اگرچہ وہ اختلاف اور اس کی حدود کے تعین سے واقف نہ ہوں''۔

ڈاکٹر حسن ترابیؒ کی اجماع سے متعلق یہ رائے قابلِ درست محسوس نہیں ہوتی، کیونکہ اگر جمہور اصولیوں کی مقرر کردہ شرائط کے تحت اجماع کا انعقاد مشکل ہے، تو ان کا پیش کردہ متبادل بھی عملی طور پر آسان نہیں؛ اس میں اجماع کا اختیار بغیر کسی واضح علمی معیار یا تقویٰ کی شرط کے تمام مسلمانوں کو دے دیا گیا ہے، جس سے فقہ اسلامی کا یہ ماخذ مزید مختلف فیہ اور مشکوک قرار پائے گا اور منکرینِ حجیتِ اجماع کے موقف کو تقویت ملے گی۔ لہٰذا اگر کلاسیکی اجماع کا قیام دشوار ہو تو اس کا اختیار عوام کو سونپنے کے بجائے مستند علمی و فقہی اداروں (مجامع فقہ) کے سپرد کرنا زیادہ بہتر ہے اور ان کی متفقہ یا اکثریتی آراء پر عمل کیا جائے۔

6۔حاکم کا فیصلہ: شریعت میں قانون سازی کا ایک ماخذ:

حسن ترابی کے نزدیک مسلم حاکم کا فیصلہ قانون سازی کا ایک شرعی ماخذ ہے، جس میں وہ کتاب و سنت اور اجماع کی رہنمائی میں امت کے اجتماعی مصالح کو پیش نظر رکھتے ہوئے اجتہادی اور انتظامی امور میں احکام جاری کرتا ہے۔وہ ایک وسیع اصولِ فقہ کے قائل ہیں جس میں فقہاء کے ساتھ عام مسلمانوں کو بھی اجتہاد میں شرکت کی گنجائش

دی گئی ہے، اور اختلاف کی صورت میں حاکم کی منتخب کردہ رائے جو مقاصدِ شریعت اور دورِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق زیادہ موزوں ہو، اس پر عمل کرنا واجب ہوگا، جس کے نتیجے میں حاکم کے فیصلوں کی پیروی لازم ہو جاتی ہے۔

7۔ اجتماعی اجتہاد: مخصوص مفہوم اور اطلاق:

ڈاکٹر حسن ترابیؒ اجتہاد کو فقہ کو زندہ اور متحرک رکھنے کا ایک ذریعہ قرار دیتے ہیں، البتہ ان کے خیال میں اجتہاد کا حق صرف علما یا فقہاء تک محدود نہیں ہونا چاہیے بلکہ یہ ایک اجتماعی عمل ہونا چاہیے جس میں تمام مسلمانوں کو شرکت کا موقع ملے۔ ان کا یہ مؤقف ہے کہ موجودہ دور کے پیچیدہ حالات کے پیش نظر کسی ایک فرد کی بصیرت پر انحصار کرنے کے بجائے اجتماعی اجتہاد کو اختیار کیا جائے، جس میں فقہاء و مجتہدین کے ساتھ ساتھ مختلف شعبوں کے ماہرین بھی شامل ہوں، تاکہ زیادہ جامع، متوازن اور قابل عمل فیصلے سامنے آسکیں۔

ڈاکٹر حسن ترابی اسلام کو دورِ جدید کے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے لیے سماجی اجتہاد کے ذریعے اس کی نئی تعبیر و تشریح کی ضرورت پر زور دیتے ہیں۔ ان کی سیاسی فکر بھی اجتہادی اصولوں پر مبنی ہے۔ وہ اسلامی اصولوں پر قائم ایسی حکومت کے قائل ہیں جو جمہوری طریقے سے منتخب ہو۔ وہ اسلام کو عصرِ حاضر میں زندہ اور متحرک رکھنے کے لیے اس کے معاشرتی اور سیاسی نظام کی تشکیل میں فکری لچک اور اجتہادی رجحان کو فروغ دینے کی بات کرتے ہیں۔

8۔ عقل و نقل؛ امتزاج اور تعامل:

ڈاکٹر حسن ترابیؒ کے خیال میں اسلامی علم کے دو بنیادی مصادر عقل اور نقل (نصوصِ شریعت) ہیں، اور یہ دونوں ایک دوسرے کے معاون اور مؤید ہیں۔ نصوصِ شریعت کی درست تفہیم کے لیے عقلی راہنمائی ضروری ہے، اور عقل کو صحیح سمت میں رہنے کے لیے وحی کی رہنمائی درکار ہوتی ہے۔ وہ قرآن و سنت کی تشریح میں اپنی عقل و فکر کو استعمال کرنے پر زور دیتے ہیں تاکہ عصرِ حاضر کے تقاضوں کا مؤثر جواب دیا جاسکے۔ مزید برآں، وہ دینی اور عصری علوم دونوں کو حاصل کرنے کی ترغیب دیتے ہیں اور ان میں تفریق کے قائل نہیں، بلکہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ مسلمان علماء جدید سائنسی و فکری علوم سے بھی استفادہ کریں تاکہ شریعت کی بہتر تفہیم اور اس کے عملی نفاذ میں مدد حاصل ہو سکے۔

حاصلِ بحث یہ ہے کہ ڈاکٹر حسن ترابی کی تجدیدی کاوشوں نے اسلامی دنیا پر نمایاں اور گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ اگرچہ ان کے بعض نظریات سے عام علماء نے اختلاف کیا ہے، تاہم مجموعی طور پر فقہ اور شریعت کی تشکیلِ جدید کے حوالے سے ان کی فکر اور کوششوں کی تاثیر محسوس کی گئی ہے۔

ڈاکٹر یوسف القرضاویؒ اور اصول فقہ کی تشکیل جدید

محمد یوسف القرضاوی (1926ء–2022ء) مصری نژاد قطری عالم اور فقیہ تھے، جو وسیع اجتہادی تجربے اور متعدد مجامع فقہ میں رکنیت کے حامل تھے۔ وہ اصولِ فقہ کی تشکیلِ جدید کے قائل تھے اور انہوں نے اجتہاد کے ذریعے اصولِ فقہ سے غیر مؤثر عناصر کو الگ کرنے، متفقہ اصولوں کی نشاندہی کرنے اور اصولی اختلافات کے حل کی ضرورت پر زور دیا۔

1۔ اجتہاد کے ذریعے اصولِ فقہ کی جدید تشکیل

ڈاکٹر قرضاویؒ اصولِ فقہ کو اسلامی فقہ کی بنیادی اساس قرار دیتے ہیں، جس کے ذریعے علماء نصوصِ شرعیہ سے احکام اخذ کرتے ہیں۔ وہ اصولِ فقہ کو محض ایک قانونی ڈھانچہ کی بجائے شریعتِ اسلامیہ کی روح کا عکاس قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک اصولِ فقہ کی تشکیلِ جدید کا مقصد شریعت کی اصل روح کو زندہ کرنا اور اسے بدلتے ہوئے انسانی و معاشرتی مسائل کے حل میں مؤثر طور پر بروئے کار لانا ہے۔ اسی لیے وہ جدید چیلنجز سے نمٹنے کے لیے اجتہاد کے دروازے کو کھولنے اور مختلف فیہ اصولی مسائل کو بھی دائرۂ اجتہاد میں شامل کرنے کی تجویز پیش کرتے ہیں۔۔

ڈاکٹر یوسف قرضاویؒ نے کہا ہے

"ان الاجتهاد الذي ندعواالیہ لاینبغي ان يقف عند حد الفروع الفقهية فحسب، بل ينبغي ان يجاوزها الي دائرة اصول الفقه نفسه تكملة للشوط الذي بداه الامام الشاطبي في محاولة للوصول الى اصول قطعية وتتمة لما قام به الامام الشوكاني من الترجيح و"تحقيق الحق من علم الاصول" على حد تعبيره"۔

"ہم جس اجتہاد کی دعوت دیتے ہیں وہ صرف فروعِ فقہ کی حد تک محدود نہیں رہنا چاہیے بلکہ اسے اصولِ فقہ کے دائرے تک بھی آگے بڑھنا چاہیے، تاکہ اس مرحلے کی تکمیل ہو سکے جس کا آغاز امام شاطبیؒ نے قطعی اصولوں تک پہنچنے کی کوشش میں کیا تھا، اور اس کام کو بھی پایۂ تکمیل تک پہنچایا جا سکے جو امام شوکانیؒ نے مختلف آراء میں ترجیح قائم کرنے اور اپنے الفاظ میں "علمِ اصول میں حق کی تحقیق" کے لیے انجام دیا"۔

ڈاکٹر قرضاویؒ کے نزدیک اصولِ فقہ کے کئی مباحث جیسے عام وخاص، مطلق ومقید، منطوق ومفہوم، ناسخ ومنسوخ--اور سنتِ نبویؐ بالخصوص خبرِ واحد کے ثبوت و حجیت کی شرائط میں پائے جانے والے اختلافات کی بنا پر تمام اصولِ فقہ کو قطعی قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اسی تناظر میں امام شوکانیؒ (م:1250ھ) نے اپنی معروف تصنیف ''ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول''، تحریر کی، جس کا مقصد ان اختلافات میں ترجیح قائم کر کے علمِ اصول میں حق کی تعیین کرنا تھا۔

2۔ جدید تشکیل میں اعتدال اور توازن

ڈاکٹر یوسف قرضاویؒ اصولِ فقہ کی تشکیلِ جدید میں اعتدال اور توازن پر زور دیتے ہوئے واضح کرتے ہیں کہ اجتہاد کا دائرہ صرف ظنی اصولوں تک محدود ہونا چاہیے۔ ان کے نزدیک قرآن وحدیث سے براہِ راست ماخوذ اصولِ فقہ قطعی اور ناقابلِ تغیر ہیں اور ان میں کسی قسم کی تبدیلی یا تجدید کی گنجائش نہیں۔ اس کے برعکس شریعت کے ظنی، فروعی اور مختلف فیہ اصولوں میں بدلتے حالات وجدید تقاضوں کے پیشِ نظر اجتہاد اور تشکیلِ جدید کی گنجائش رکھی گئی ہے تاکہ اسلامی احکام ہر دور کے حالات سے ہم آہنگ رہ سکیں۔

ڈاکٹر قرضاویؒ احکام کے استنباط میں تقابلی اور ترجیحاتی فقہ کو مؤثر سمجھتے ہیں اور فقہی اختلافات کو اسلامی قانون کے ارتقاء اور اجتہاد کے لیے ایک مثبت اور مفید ذریعہ قرار دیتے ہیں، جن سے جدید مسائل کے متوازن اور جامع حل تک رسائی ممکن ہوتی ہے۔ وہ اسلامی مالیات، جمہوریت اور انسانی حقوق جیسے موضوعات میں اجتہاد کو ضروری قرار دیتے ہیں، اور ان کے نزدیک فقہی تجدید اصولی تشکیلِ جدید کے بغیر مؤثر نہیں ہو سکتی ہے۔

3۔ مقاصد شریعت کی پابندی اور عملی رہنمائی:

ڈاکٹر یوسف قرضاویؒ فقہ اور اصولِ فقہ کی تشکیلِ جدید کو مقاصدِ شریعت پر استوار کرنے پر زور دیتے ہیں، جن میں دین، جان، عقل، نسل اور مال کی حفاظت شامل ہے۔ ان کے نزدیک ہر اجتہاد اور قانونی تعبیر میں ان مقاصد کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے تاکہ اسلامی احکام انسانیت کی فلاح وبھلائی کا ذریعہ بن سکیں۔ وہ جدید مسائل کے حل میں سہولت اور تخفیف کے اصول کو اہم سمجھتے ہیں اور نصوص کے ظاہری الفاظ کی پابندی کے بجائے شریعت کی روح اور مقاصد کی پاسداری کی ترغیب دیتے ہیں۔

4۔ اصول فقہ کی تشکیل جدید میں میں علمی اور تکنیکی استفادہ:

ڈاکٹر یوسف قرضاویؒ اصولِ فقہ کی تشکیلِ جدید میں علومِ جدیدہ اور سائنسی ترقی کو پیشِ نظر رکھنے پر زور دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک اسلامی فقہ کو معاصر سائنسی، معاشرتی اور اقتصادی ترقی کے ساتھ ہم آہنگ ہونا چاہیے، اور اس مقصد کے لیے علماء کو اسلامی علوم کے ساتھ ساتھ دنیاوی علوم میں بھی مہارت حاصل کرنا ضروری ہے تاکہ وہ جدید مسائل کے مؤثر اور اسلامی تناظر میں حل پیش کر سکیں۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ ڈاکٹر یوسف قرضاویؒ کے نزدیک اصولی تشکیلِ جدید کے ذریعے اسلامی فقہ کو معاصر مسائل اور چیلنجز کا مؤثر سامنا کرنے کے قابل بنایا جاسکتا ہے۔ وہ اجتہاد، مقاصدِ شریعت اور جدید علوم کے باہمی ربط کو اہم سمجھتے ہیں، جس سے فقہ کو نئی جہات ملتی ہیں اور روایتی فقہ کی تشکیلِ جدید کی راہ ہموار ہوتی ہے۔

عبداللہ بن محفوظ بن بیہ اور اصول فقہ کی تشکیلِ جدید

ڈاکٹر عبداللہ بن محفوظ بن بیہ موریتانی فقیہ اور کنگ سعود یونیورسٹی جدہ میں پروفیسر ہیں۔ آپ چاروں سنی فقہی مکاتب کے ماہر، فقہ مالکی کے خصوصی ماہر اور عصرِ حاضر میں اعتدال و وسطیت کے نمائندہ علماء میں شمار کیے جاتے ہیں۔ آپ کے نزدیک اصولِ فقہ کی تشکیلِ جدید کا مقصد اس علم کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنا ہے۔ انہوں نے اپنی تصانیف **" امالی الدلالات و مجالی الاختلافات"، " مشاہد من المقاصد "** اور **"آثارات تجديدية فی حقول الاصول"** کے ذریعے ایک منظم علمی فریم ورک پیش کیا ہے۔

1۔ شریعت کے مقاصد کی پاسداری اور عملی رہنمائی:

شیخ عبداللہ بن محفوظ بن بیہ علمِ اصولِ فقہ کو مقاصدِ شریعت کی روشنی میں نئے سیاق و سباق کے مطابق مرتب کرنے کی بات کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک شریعت کا مقصد انسانیت کی بھلائی اور عمومی فلاح ہے، لہٰذا جدید قانونی مسائل کے حل میں مقاصدِ شریعت کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ وہ اصولی ڈھانچے میں استحسان، مصالح مرسلہ، قیاس اور سدّ ذرائع کے دائرہ کار کو وسعت دینے پر زور دیتے ہیں تاکہ اصولِ فقہ اور فروعِ فقہ دونوں مؤثر اور فعال رہیں۔

ڈاکٹر ابن بیہؒ نے مقاصدِ شریعت کے عمل کے پہلوؤں کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

"ويمكن ان نعبر عن اعمال المقاصد في هذه الدوائر بان مراعاة المعنى المقصدي اما ان تكون بمعنى جزئي وهو الحاق فرع باصل خاص في محل مخصوص وهذا هو القياس، او احداث حكم في محل بناء على كلي حيث لا يوجد اصل خاص وهذا ما يسمى بالاستصلاح، او استثناء جزئي لمعنى يخصه من كلي ثابت بالدليل هذا هو الاستحسان، او تغيير حكم عما يقتضيه الظاهر نظرا الى المئالات و هذا ما يسمى سد الذرائع، هذه الاتجاهات الاربعة هي بحق و حقيقة مجالات المقاصد"

''اور ہم مقاصد کے ان دائروں میں ان کے نفاذ کو یوں بیان کر سکتے ہیں کہ مقاصدی معنی کی رعایت کبھی جزئی معنی کے طور پر ہوتی ہے، یعنی کسی خاص اصل کے ساتھ ایک جز کو مخصوص محل میں ملانا، اور یہی قیاس ہے؛ یا کسی کلی اصول کی بنیاد پر کسی محل میں حکم کا وضع کرنا جہاں کوئی خاص اصل موجود نہ ہو، اور اسے مصالح مرسلہ کہا جاتا ہے؛ یا کسی ثابت شدہ کلی دلیل سے متعلق معنی کے لیے جزوی استثناء اختیار کرنا، اور یہ استحسان ہے؛ یا ظاہری حکم کو اس کے ممکنہ نتائج کو مد نظر رکھتے ہوئے تبدیل کرنا، اور اسے سدّ ذرائع کہا جاتا ہے۔ یہ چاروں رجحانات در حقیقت مقاصدِ شریعت کے عملی میدان ہیں''۔

ڈاکٹر ابن بیہ نے اپنی کتاب **"صناعة الفتوىٰ و تاصيل الافتاء "** میں مقاصدِ شریعت کی اہمیت پر مفصل گفتگو کی ہے اور جدید مسائل کو انہی مقاصد کے تحت حل کرنے کی تجویز دی ہے۔

2۔ اصولی تشکیلِ جدید؛ اجتہاد کی بحالی اور ارتقاء:

شیخ عبداللہ بن محفوظ بن بیہ کے نزدیک دینی تجدید ایک ضروری امر ہے اور اجتہاد اس کا بنیادی ذریعہ ہے۔ وہ اصولِ فقہ کی تشکیلِ جدید کے لیے اجتہاد کے احیاء پر زور دیتے ہیں اور اس پر پابندی عائد کرنے کی مخالفت کرتے ہیں۔ وہ معاصر علماء پر جدید حالات کے مطابق اجتہاد، بالخصوص اجتماعی اجتہاد کرنے پر زور دیتے ہیں، جو جدید علوم اور اسلامی روایات کے امتزاج پر مبنی ہو، نہایت اہمیت رکھتا ہے، تاکہ معاشرتی اور عالمی تبدیلیوں کے مطابق مؤثر اور متوازن فیصلے کیے جا سکیں۔ انہوں نے کہا ہے:

" الامة في حاجة الى علماء ومجتهدين مستبصرين ليقدموا فقها للعصر بعيدا عن العسر يدعون فيه الى اليسر بضوابطه"۔

''امت کو ایسے بصیرت رکھنے والے علماء اور مجتہدین کی ضرورت ہے جو دورِ حاضر کے لیے ایسی فقہ پیش کریں جو تنگی سے دور ہو اور اپنے ضوابط کے ساتھ آسانی کی طرف دعوت دے''۔

3۔جدیدیت اور روایت کا تعمیری امتزاج:

شیخ ابن بیہ کی تجدیدی فکر کا نمایاں پہلو روایتی اسلامی علوم اور جدید علمی ترقیات کے درمیان متوازن امتزاج قائم کرنا ہے۔ان کے نزدیک اصولِ فقہ اور فقہ اسلامی کو معاصر سماجی، سائنسی، معاشی اور سیاسی حقائق کے مطابق از سرِ نو مرتب کرنے کی ضرورت ہے، تاہم یہ عمل ماضی سے انقطاع کے بجائے اس کے تخلیقی اور بامعنی استعمال پر مبنی ہونا چاہیے۔ان کی تصنیف "فتاویٰ ابن بیه" میں اس منہج کی عملی جھلک دیکھی جاسکتی ہے۔

4۔اصول فقہ میں لچک اور علمی ارتقاء:

ڈاکٹر عبد اللہ بن محفوظ بن بیہ اصولِ فقہ کو جامد کی بجائے لچک اور ارتقاء کا حامل علم سمجھتے ہیں۔ان کے نزدیک شریعت کے اصولوں کو بدلتے ہوئے سماجی، معاشی اور معاشرتی حالات کے مطابق ڈھالنے کے لیے اجتہاد اور مقاصدِ شریعت سے رہنمائی ضروری ہے۔وہ انسانی معاشرہ مسلسل تغیر پذیر مانتے ہیں، اور اگر کسی فقہی حکم میں حالات کے تبدیل ہونے سے مصلحت باقی نہ رہے تو اسے مقاصدِ شریعت کی روشنی میں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔اسی اصول کے تحت وہ جدید معاشرتی، اقتصادی اور سیاسی معاملات میں نئے قوانین کے نفاذ کی اجازت دیتے ہیں، جبکہ وہ مقاصدِ شریعت سے ہم آہنگ ہوں[1]۔

5 ۔اصول فقہ کی تشکیلِ جدید ؛ دیگر اہم پہلو :

شیخ عبد اللہ بن بیہ کے نزدیک اصولِ فقہ میں سماجی اور اخلاقی اقدار کو شامل کرنا ضروری ہے تاکہ فقہی فیصلے انسانی زندگی کے مختلف شعبوں میں بہتری کا موجب بنیں۔ان کے تجدیدی فریم ورک میں اسلامی اصولوں کی پاسداری کے ساتھ ساتھ جدید مسائل کے حل کی صلاحیت بھی موجود ہے۔شیخ عبد اللہ بن بیہ مختلف فقہی مکاتب کے درمیان رواداری کو اصولِ فقہ کی جدید تشکیل کے لیے ناگزیر سمجھتے ہیں اور اپنی کتاب "فقه التعايش والتسامح" میں فقہی تنوع اور رواداری کو جدید فقہ کی بنیادی شرط قرار دیتے ہیں۔

نتائج بحث:

1. کلاسیکی اصولِ فقہ کی جامعیت مگر زمانی تحدید:

تحقیق سے واضح ہوا کہ کلاسیکی اصولِ فقہ ایک مضبوط، منظم اور استدلالی علمی ڈھانچہ فراہم کرتا ہے، تاہم اس کی تدوین مخصوص تاریخی، سماجی اور تہذیبی تناظر میں ہوئی، جس کے باعث بعض اصول جدید پیچیدہ مسائل (مثلاً بایو ٹیکنالوجی، آرٹیفشل انٹیلیجنس، جینیٹک انجینئرنگ، کرپٹو کرنسی وغیرہم) کے لیے براہِ راست کافی نہیں ہیں۔

2. اصولی مجددین کا منہجِ تشکیلِ جدید:

امام شافعیؒ، امام ابنِ حزمؒ، امام ابنِ تیمیہؒ، امام شاطبیؒ اور امام شوکانیؒ وغیرہم نے اصولِ فقہ کی تشکیل و تجدید میں نمایاں کردار ادا کرتے ہوئے نصوصِ شرعیہ کی مرکزیت، قرآن وسنت کی بالادستی اور مقاصدِ شریعت کی پاسداری پر زور دیا۔انہوں نے اجتہاد کو ہر دور کے جدید مسائل کے حل کا بنیادی ذریعہ قرار دیا اور قطعی اصولوں کی پابندی کو لازم ٹھہرایا، جبکہ اندھی تقلید، فقہی جمود اور اصولِ فقہ پر منطق و فلسفہ جیسے غیر ضروری اثرات کی مخالفت کی۔یوں ان کی کاوشوں نے اصولِ فقہ کو ایک زندہ، متحرک اور قابلِ تطبیق علم کے طور پر برقرار رکھنے میں اہم کردار ادا کیا۔

3. معاصر مفکرین میں تنوعِ مناہج:

جدید مسلم مفکرین نے اصولِ فقہ کی تشکیلِ جدید میں مختلف زاویہ ہائے نظر اختیار کیے ہیں۔بعض نے مقاصدِ شریعت کو مرکز بنایا، کچھ نے نصوص کی نئی تعبیر پر زور دیا، جبکہ بعض نے عرف، مصلحت اور عقل کے فعل کردار کی وکالت کی۔اس تنوع نے علمی وسعت تو پیدا کی، تاہم یکسانیت اور معیار بندی کے فقدان کے ساتھ روایت اور تجدید کے درمیان کشمکش بھی سامنے آئی۔

4. مقاصدِ شریعت کا ارتقاء اور عملی کردار تحقیق سے یہ امر نمایاں ہوا کہ معاصر اصولی فکر میں مقاصدِ شریعت کو مرکزی حیثیت حاصل ہو رہی ہے، جس کے ذریعے قانون سازی میں لچک، وسعت اور عصری تقاضوں سے ہم آہنگی پیدا کی جا رہی ہے۔

5. مغربی علمی اثرات کا علمی و ثقافتی اثر:

اصولِ فقہ کی تشکیلِ جدید میں جدید مغربی فلسفہ، قانون اور ہیومین سائنسز کے اثرات نمایاں ہیں، جنھوں نے تحقیق کے طریقہ کار کو وسعت دی، مگر بعض حلقوں میں اسے فکری چیلنج کے طور پر بھی دیکھا گیا۔

6. اصولی فریم ورک میں معیاری خلا تحقیق سے واضح ہوا کہ معاصر کوششوں کے باوجود ایسا کوئی متفقہ اور جامع اصولی فریم ورک سامنے نہیں آسکا جو تمام مکاتبِ فکر کے لیے قابلِ قبول ہو۔

سفارشات :

1. متوازن اصولی ماڈل کی تشکیل:

اصولِ فقہ کی تشکیلِ جدید کے لیے ایک ایسا متوازن اور جامع ماڈل وضع کرنا ناگزیر ہے جو نصوص کی قطعیت اور شریعت کے محکم و مسلمہ اصولوں کو برقرار رکھتے ہوئے مقاصدِ شریعت کو مؤثر اور معاون انداز میں اپنے اندر سموئے۔ یہ ماڈل اس انداز سے مرتب کیا جائے کہ وہ عصرِ حاضر کے پیچیدہ اور نئے پیش آمدہ مسائل کا قابلِ عمل اور معقول حل پیش کر سکے، اور ظنی امور میں راجح آراء کے تعین کے لیے واضح، منضبط اور قابلِ فہم معیارات فراہم کرے۔ مزید برآں، اس فکری و تحقیقی عمل کی ذمہ داری ایسے ماہر اصولیوں اور مجتہدین کے سپرد کی جائے جو نہ صرف کلاسیکی اسلامی علوم پر گہری دسترس رکھتے ہوں بلکہ جدید علوم اور معاصر فکری و قانونی مباحث سے بھی بخوبی آگاہ ہوں، تاکہ ایک ایسا متوازن، مربوط اور قابلِ اعتماد اصولی نظام تشکیل دیا جا سکے جو روایت اور جدت کے درمیان مؤثر ہم آہنگی قائم کرتے ہوئے عملی رہنمائی فراہم کرے۔

2. اجتماعی و ادارہ جاتی اجتہاد کا فروغ اور تحقیقی سیمینارز کا انعقاد:

اصولِ فقہ کی تشکیلِ جدید کے لیے ایک باقاعدہ اور خصوصی ریسرچ انسٹیٹیوٹ کا قیام ناگزیر ہے، جہاں اجتماعی اجتہاد کی بنیاد پر منظم، گہری اور ہمہ جہت تحقیق کو فروغ دیا جائے۔ اس ادارے کا بنیادی مقصد یہ ہونا چاہیے کہ وہ معتدل، معقول اور قابلِ اتفاق اصولی بنیادوں پر اصولِ فقہ کی از سرِ نو تدوین کرے، تاکہ اسے معاصر تقاضوں سے ہم آہنگ بنایا جا سکے۔ اس کے ساتھ ساتھ، بین الاقوامی سطح پر کانفرنسز، سیمینارز اور علمی نشستوں کا انعقاد بھی کیا جائے، جہاں اصولِ فقہ کے ماہرین اور جدید قانونی نظام سے وابستہ اسکالرز کے درمیان بامعنی مکالمہ اور فکری تبادلہ ہو سکے۔ اس علمی تعامل کے نتیجے میں نہ صرف اصولِ فقہ کی تعبیر میں وسعت پیدا ہوگی بلکہ اسے محض نظری مباحث تک محدود رکھنے کے بجائے عملی اور عصری قانون سازی کے عمل میں مؤثر اور کارآمد انداز میں بروئے کار لایا جا سکے گا۔

3. نصوص کی تعبیر؛ جدید اصول اور نظریاتی استفادہ تعبیرِ نص کے لیے ایسے اصول وضع کیے جائیں جو سیاق و سباق کو مدِنظر رکھیں مگر نصوص کی قطعیت اور حجیت کو مجروح نہ کریں۔ نیز مغربی نظریات کے بارے میں ایک متوازن، تنقیدی اور انتخابی رویہ اختیار کیا جائے، جس کے تحت ان کے مفید اور قابلِ قبول پہلوؤں سے استفادہ کیا جائے اور غیر موافق عناصر سے اجتناب کیا جائے۔

4. اصولی نصاب: علمی اصلاح اور عصری علوم و فنون:

جامعات میں اصولِ فقہ کے نصاب کو جدید تقاضوں کے مطابق اپڈیٹ کیا جائے، جس میں معاصر فقہی مباحث، عملی کیس اسٹڈیز اور تحقیقی مہارتیں شامل ہوں۔ ساتھ ہی معاشیات، سوشیالوجی، قانون اور دیگر سائنسی علوم کو بھی منتخب اور تنقیدی انداز میں نصاب کا حصہ بنایا جائے، تاکہ طلبہ میں علمی وسعت کے ساتھ تجزیاتی اور اجتہادی صلاحیتیں بھی فروغ پائیں

5. مقاصدِ شریعت کی اصولی تدوین و تشریح مقاصدِ شریعت کو محض نظری بحث کے بجائے ایک عملی اصولی فریم ورک میں ڈھالا جائے، جس کے واضح قواعد اور حدود متعین ہوں تاکہ اس کا استعمال منضبط رہے۔

6. روایت و تجدید میں علمی مکالمہ اور اختلاف کے آداب:

مختلف مکاتبِ فکر کے علماء اور مفکرین کے درمیان سنجیدہ علمی مکالمہ قائم کیا جائے تاکہ انتہا پسندانہ رویوں سے اجتناب ممکن ہو اور ایک معتدل علمی راستہ اختیار کیا جا سکے۔ نیز علمی اختلاف کو مثبت انداز میں قبول کرنے اور باہمی برداشت کی ثقافت کو فروغ دیا جائے، تاکہ اصولی مباحث انتشار کے بجائے علمی ترقی اور فکری استحکام کا ذریعہ بن سکیں۔

حوالہ جات:

[1] ابن حزم، علی بن احمد، الإحکام فی أصول الأحکام (بیروت: دار الآفاق الجدیدۃ، 2000)، 1:10۔

Ibn Ḥazm, ʿAlī ibn Aḥmad, al-Iḥkām fī Uṣūl al-Aḥkām (Beirut: Dār al-Āfāq al-Jadīdah, 2000), 1:10.

[2] النساء، 4:59۔

Al-Nisāʾ, 4:59.

[3] ابن حزم، الإحکام فی أصول الأحکام، 1:68۔

Ibn Ḥazm, al-Iḥkām fī Uṣūl al-Aḥkām, 1:68.

[4] ابن حزم، الإحکام فی أصول الأحکام، 1:56۔

Ibn Ḥazm, al-Iḥkām fī Uṣūl al-Aḥkām, 1:56.

[5] محمود قاسم، المنطق الحدیث ومناهج البحث (قاہرہ: مکتبۃ الأنجلو المصریۃ، 1953)، 150۔

Maḥmūd Qāsim, al-Manṭiq al-Ḥadīth wa Manāhij al-Baḥth (Cairo: Maktabat al-Anjlo al-Miṣriyyah, 1953), 150.

[6] جمیل صلیبا، المعجم الفلسفی (قاہرہ: المجمع اللغوی، 1973)، 6:151۔

Jamīl Ṣalībā, al-Muʿjam al-Falsafī (Cairo: al-Majmaʿ al-Lughawī, 1973), 6:151.

[7] جمیل صلیبا، المعجم الفلسفی، 1:20۔

Jamīl Ṣalībā, al-Muʿjam al-Falsafī, 1:20.

[8] جمیل صلیبا، المعجم الفلسفی، 1:20۔

Jamīl Ṣalībā, al-Muʿjam al-Falsafī, 1:20.

[9]ابن حزم، علی بن احمد، المحلی بالآثار (بیروت: دار الفکر، 2000)، 1:21۔

Ibn Ḥazm, ʿAlī ibn Aḥmad, al-Muḥallā bi al-Āthār (Beirut: Dār al-Fikr, 2000), 1:21.

[10]ابن حزم، المحلی بالآثار، 1:119۔

Ibn Ḥazm, al-Muḥallā bi al-Āthār, 1:119.

[11]ابن حزم، المحلی بالآثار، 6:151۔

Ibn Ḥazm, al-Muḥallā bi al-Āthār, 6:151.

[12]ابن حزم، المحلی بالآثار، 5:121۔

Ibn Ḥazm, al-Muḥallā bi al-Āthār, 5:121.

[13]عبد السلام بن محمد بن عبد الکریم، التجدید والمجددون فی أصول الفقہ (قاہرہ: المکتبۃ الإسلامیۃ، 2007)، 146۔

ʿAbd al-Salām ibn Muḥammad ibn ʿAbd al-Karīm, al-Tajdīd wa al-Mujaddidūn fī Uṣūl al-Fiqh (Cairo: al-Maktabah al-Islāmiyyah, 2007), 146.

[14]ابن حزم، الفصل فی الملل والأهواء والنحل (قاہرہ: مکتبۃ الخانجی، 2000)، 1:13–17۔

Ibn Ḥazm, al-Fiṣal fī al-Milal wa al-Ahwāʾ wa al-Niḥal (Cairo: Maktabat al-Khānjī, 2000), 1:13–17.

[15]ابن حزم، الإحکام فی أصول الأحکام، 3:138۔

Ibn Ḥazm, al-Iḥkām fī Uṣūl al-Aḥkām, 3:138.

[16]محمد ابو زہرہ، حیاۃ ابن حزم (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، 1989)، 144۔

Muḥammad Abū Zahrah, Ḥayāt Ibn Ḥazm (Lahore: Sheikh Ghulam Ali & Sons, 1989), 144.

[17]ابن حزم، الإحکام فی أصول الأحکام، 8:48–76۔

Ibn Ḥazm, al-Iḥkām fī Uṣūl al-Aḥkām, 8:48–76.

[18]ابن حزم، الإحکام فی أصول الأحکام، 3:42–43۔

Ibn Ḥazm, al-Iḥkām fī Uṣūl al-Aḥkām, 3:42–43.

[19]ابن حزم، علی بن احمد، النبذۃ الکافیۃ فی أحکام أصول الدین (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 2000)، 43–44۔

Ibn Ḥazm, ʿAlī ibn Aḥmad, al-Nubdhah al-Kāfiyah fī Aḥkām Uṣūl al-Dīn (Beirut: Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, 2000), 43–44.

[20]ابن حزم، الإحکام فی أصول الأحکام، 7:177۔

Ibn Ḥazm, al-Iḥkām fī Uṣūl al-Aḥkām, 7:177.

[21]ابن حزم، الإحکام فی أصول الأحکام، 6:16۔

Ibn Ḥazm, al-Iḥkām fī Uṣūl al-Aḥkām, 6:16.

[22]ابو زہرہ، حیاۃ ابن حزم، 468۔

Abū Zahrah, Ḥayāt Ibn Ḥazm, 468.

[23]عبد السلام، التجدید والمجددون فی أصول الفقہ، 173، 177؛ ابن حزم، المحلی بالآثار، 4:104۔

ʿAbd al-Salām, al-Tajdīd wa al-Mujaddidūn fī Uṣūl al-Fiqh, 173, 177; Ibn Ḥazm, al-Muḥallā bi al-Āthār, 4:104.

[24]ابن حزم، الإحکام فی أصول الأحکام، 5:2۔

Ibn Ḥazm, al-Iḥkām fī Uṣūl al-Aḥkām, 5:2.

[25]عبد السلام، التجدید والمجددون فی أصول الفقہ، 173۔

ʿAbd al-Salām, al-Tajdīd wa al-Mujaddidūn fī Uṣūl al-Fiqh, 173.

[26]ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم، الرد علی المنطقیین (بیروت: دار المعرفۃ، 2000)، 1:3۔

Ibn Taymiyyah, Aḥmad ibn ʿAbd al-Ḥalīm, al-Radd ʿalā al-Manṭiqiyyīn (Beirut: Dār al-Maʿrifah, 2000), 1:3.

[27]ہنری لاوست، "Contribution à une étude de la méthodologie canonique de Taqī al-Dīn Aḥmad ibn Taymiyya"، پی ایچ ڈی مقالہ، پیرس، 1939۔

Henri Laoust, "Contribution à une étude de la méthodologie canonique de Taqī al-Dīn Aḥmad ibn Taymiyya," PhD diss., Paris, 1939.

[28]ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم، السیاسۃ الشرعیۃ (ریاض: وزارۃ الشؤون الإسلامیۃ، 1998)، 1:25۔

Ibn Taymiyyah, Aḥmad ibn ʿAbd al-Ḥalīm, al-Siyāsah al-Sharʿiyyah (Riyadh: Wizārat al-Shuʾūn al-Islāmiyyah, 1998), 1:25.

[29] ویل بی ہلاق، Ibn Taymiyya against the Greek Logicians (آکسفورڈ: Clarendon Press، 1993)، 75۔

Wael B. Hallaq, Ibn Taymiyya against the Greek Logicians (Oxford: Clarendon Press, 1993), 75.

[30] ابن تیمیہ، الرد علی المنطقیین، 3۔

Ibn Taymiyyah, al-Radd ʿalā al-Manṭiqiyyīn, 3.

[31] ابن تیمیہ، الرد علی المنطقیین، 4۔

Ibn Taymiyyah, al-Radd ʿalā al-Manṭiqiyyīn, 4.

[32] ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم، الصارم المسلول علی شاتم الرسول (ریاض: الحرس الوطنی، 2000)، 11، 532۔

Ibn Taymiyyah, Aḥmad ibn ʿAbd al-Ḥalīm, al-Ṣārim al-Maslūl ʿalā Shātim al-Rasūl (Riyadh: al-Ḥaras al-Waṭanī, 2000), 11, 532.

[33] محمد الطاہر ابن عاشور، مقاصد الشریعۃ الاسلامیۃ (بیروت: دار الکتاب اللبنانی، 2004)، 13۔

Muḥammad al-Ṭāhir Ibn ʿĀshūr, Maqāṣid al-Sharīʿah al-Islāmiyyah (Beirut: Dār al-Kitāb al-Lubnānī, 2004), 13.

[34] الشاطبیؒ، ابراہیم بن موسیٰ، الموافقات (دمام: دار ابن عفان، 1997)، 1:22۔

Al-Shāṭibī, Ibrāhīm ibn Mūsā, al-Muwāfaqāt (Dammam: Dār Ibn ʿAffān, 1997), 1:22.

[35] احمد الریسونی، نظریۃ المقاصد عند الامام الشاطبیؒ (Herndon: الدار العالمیۃ، 1992)، 98–99۔

Aḥmad al-Raysūnī, Naẓariyyat al-Maqāṣid ʿinda al-Imām al-Shāṭibī (Herndon: al-Dār al-ʿĀlamiyyah, 1992), 98–99.

[36] الشاطبیؒ، الموافقات، 1:10–11۔

Al-Shāṭibī, al-Muwāfaqāt, 1:10–11.

[37] حسان شہید، نظریۃ النقد الاصولی (Herndon: IIIT، 2012)، 20۔

Ḥassān Shahīd, Naẓariyyat al-Naqd al-Uṣūlī (Herndon: IIIT, 2012), 20.

[38] محمود حسن ہانی، افتراءات المستشرقین والحداثیین علی أصول الشریعۃ (قاہرہ: دار اللؤلؤۃ، 2021)، 50۔

Maḥmūd Ḥasan Hānī, Iftirāʾāt al-Mustashriqīn wa al-Ḥadāthiyyīn ʿalā Uṣūl al-Sharīʿah (Cairo: Dār al-Luʾluʾah, 2021), 50.

[39] محمد عابد الجابری، تکوین العقل العربی (دار البیضاء: المرکز الثقافی العربی، 2000)، 96۔

Muḥammad ʿĀbid al-Jābirī, Takwīn al-ʿAql al-ʿArabī (Casablanca: al-Markaz al-Thaqāfī al-ʿArabī, 2000), 96.

[40] حسان شہید، نظریۃ النقد الأصولی، 14۔

Ḥassān Shahīd, Naẓariyyat al-Naqd al-Uṣūlī, 14.

[41] حسن الترابی، تجدید الفکر الإسلامی (رباط: دار القرافي، 2000)، 36۔

Ḥasan al-Turābī, Tajdīd al-Fikr al-Islāmī (Rabat: Dār al-Qarāfī, 2000), 36.

[42] حسن الترابی، تجدید الفکر الإسلامی، 34۔

Ḥasan al-Turābī, Tajdīd al-Fikr al-Islāmī, 34.

[43] حسن الترابی، قضایا التجدید نحو منہج أصولي (خرطوم: معہد البحوث، 2000)، 22–25۔

Ḥasan al-Turābī, Qaḍāyā al-Tajdīd Naḥwa Manhaj Uṣūlī (Khartoum: Maʿhad al-Buḥūth, 2000), 22–25.

[44] حسن الترابی، قضایا التجدید، 199–201۔

Ḥasan al-Turābī, Qaḍāyā al-Tajdīd, 199–201.

[45] حسن الترابی، تجدید أصول الفقہ الإسلامی (خرطوم: 2000)، 27–28۔

Ḥasan al-Turābī, Tajdīd Uṣūl al-Fiqh al-Islāmī (Khartoum: 2000), 27–28.

[46] حسن الترابی، تجدید أصول الفقہ الإسلامی، 21۔

Ḥasan al-Turābī, Tajdīd Uṣūl al-Fiqh al-Islāmī, 21.

[47] حسن الترابی، تجدید أصول الفقہ الإسلامی، 29–30۔

Ḥasan al-Turābī, Tajdīd Uṣūl al-Fiqh al-Islāmī, 29–30.

[48] حسن الترابی، تجدید أصول الفقہ الإسلامی، 214۔

Ḥasan al-Turābī, Tajdīd Uṣūl al-Fiqh al-Islāmī, 214.

[49] حسن الترابی، تجدید أصول الفقہ الإسلامی، 164–165۔

Ḥasan al-Turābī, Tajdīd Uṣūl al-Fiqh al-Islāmī, 164–165.

[50] حسن الترابی، قضایا التجدید، 175–176۔

Ḥasan al-Turābī, Qaḍāyā al-Tajdīd, 175–176.

[51] یوسف القرضاوی، الاجتهاد فی الشریعۃ الإسلامیۃ (کویت: دار القلم، 1997)، 67–72۔

Yūsuf al-Qaraḍāwī, al-Ijtihād fī al-Sharīʿah al-Islāmiyyah (Kuwait: Dār al-Qalam, 1997), 67–72.

[52] القرضاوی، الاجتهاد فی الشریعۃ الإسلامیۃ، 72۔

Al-Qaraḍāwī, al-Ijtihād fī al-Sharīʿah al-Islāmiyyah, 72.

[53] یوسف القرضاوی، فتاوی یوسف القرضاوی (قاہرہ: مکتبۃ وہبہ، 2000)، 2:49۔

Yūsuf al-Qaraḍāwī, Fatāwā Yūsuf al-Qaraḍāwī (Cairo: Maktabat Wahbah, 2000), 2:49.

[54] القرضاوی، الاجتهاد فی الشریعۃ الإسلامیۃ، 72۔

Al-Qaraḍāwī, al-Ijtihād fī al-Sharīʿah al-Islāmiyyah, 72.

[55] القرضاوی، الاجتهاد فی الشریعۃ الإسلامیۃ، 43–49۔

Al-Qaraḍāwī, al-Ijtihād fī al-Sharīʿah al-Islāmiyyah, 43–49.

[56] القرضاوی، الاجتهاد فی الشریعۃ الإسلامیۃ، 124۔

Al-Qaraḍāwī, al-Ijtihād fī al-Sharīʿah al-Islāmiyyah, 124.

[57] القرضاوی، الاجتهاد فی الشریعۃ الإسلامیۃ، 124۔

Al-Qaraḍāwī, al-Ijtihād fī al-Sharīʿah al-Islāmiyyah, 124.

[58] عبداللہ بن بیہ، إثارات تجدیدیۃ فی حقول الأصول (ابوظہبی: 2000)، 70۔

ʿAbdullāh ibn Bayyah, Ithārāt Tajdīdiyyah fī Ḥuqūl al-Uṣūl (Abu Dhabi: 2000), 70.

[59] عبداللہ بن بیہ، آرکائیوز، http://binbayyah.net (تاریخ رسائی: 16 نومبر 2024، وقت: 12:00)۔

ʿAbdullāh ibn Bayyah, archives, http://binbayyah.net (accessed November 16, 2024).

[60] عبداللہ بن بیہ، ’’تجدید الفقہ وإعادۃ النظر فی الأصول،‘‘ آن لائن مقالہ (تاریخ رسائی: 16 نومبر 2024)۔

ʿAbdullāh ibn Bayyah, “Tajdīd al-Fiqh wa Iʿādat al-Naẓar fī al-Uṣūl,” online article (accessed November 16, 2024).

[61] عبداللہ بن بیہ، تنبیہ المراجع علی تأصیل فقہ الواقع (ابو ظبی: مرکز الموطأ، 2018)، 47–61۔

ʿAbdullāh ibn Bayyah, Tanbīh al-Marājiʿ ʿalā Taʾṣīl Fiqh al-Wāqiʿ (Abu Dhabi: Markaz al-Muwaṭṭaʾ, 2018), 47–61.